رسائل و مسائل

داعی اپنے گھروں پر توجہ دیں

سوال: خدا کے فضل سے جماعت اسلامی اور اس کی برادر تنظیمات کافی عرصہ سے اسلام کی خدمت کر رہی ہیں، لیکن محسوس ہوتا ہے کہ تحریک سے وابستگان کی بڑی تعداد ابھی تک اپنے گھروں پر خصوصی توجہ نہیں دے پائی۔ بیش تر گھر ایسے ہیں، جن میں مرد تو تحریک کا کام انجام دے رہے ہیں، لیکن خواتین بالکل ناواقف ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

جواب: آپ ایک خاتون ہیں مگر آپ کے سوال سے یہ مترشح ہو رہا ہے کہ آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ جن مردوں نے دعوت وتحریک کو سمجھ لیا ہے اور وہ یہ مبارک جدوجہد کر بھی رہے ہیں، مگر اپنی خواتین کو دعوت وتحریک کی طرف متوجہ نہیں کر رہے ہیں، اور آپ کے نزدیک یہ مردوں کی ایک کوتاہی ہے۔ بے شک مرد قوام ہیں، گھر کے سربراہ ہیں۔ انھیں یہ ذمہ داری سنجیدگی کے ساتھ پوری کرنی چاہیے۔ صرف اس لیے نہیں کہ اگر انھوں نے گھر کی طرف توجہ نہ کی تو وہ دعوت وتحریک کا کام یکسوئی کے ساتھ نہ کر سکیں گے، اور گھر ہی ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جائے گا، بلکہ اس سے کہیں زیادہ اہم بات یہ ہے کہ قرآن نے بہت واضح اور دوٹوک انداز میں اہلِ ایمان کی یہ ذمہ داری بتائی ہے کہ وہ گھر والوں کو دین کی تعلیم دیں، دین کی تربیت دیں تاکہ وہ کل جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (التحریم ۶۶:۶) اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر تندخو اور

سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو ہرگز سرتابی نہیں کرتے، اس حکم سے جو اللہ نے انھیں دیا ہے اور وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے۔

اس واضح حکم کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ مرد جس کو اللہ نے عائلی زندگی کا سردھرا اور قوّام بنایا ہے دوسری ذمہ داریوں کی طرح اس کی ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اس کی نگرانی میں گھر کے جو لوگ دیے گئے ہیں وہ ان کی تعلیم وتربیت کا ایسا بندوبست کرے کہ وہ خدا کے مخلص بندے بن کر رہیں، اور اسلام کے خادم بن کر جئیں، اور کل حشر کے میدان میں وہ جہنم سے نجات پانے والے صالحین میں شامل ہوں۔

مگر میں آپ سے ایک دوسری بات بھی عرض کرتا ہوں، وہ یہ کہ اگر مرد غافل اور لاپروا ہو تو یاد رکھیں عورتوں کا دین مردوں کے ذمّے نہیں ہے، نہ مرد عورت کی ذمہ داریوں کا جواب وہ ہوگا۔ دین جس طرح مردوں کا ہے ٹھیک اسی طرح عورتوں کا بھی ہے۔ اگر عورتوں کو خدا نے شعور دیا ہے تو وہ خود توجہ کریں۔ اگر مرد اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں غفلت برت رہے ہیں تو خود خواتین آگے بڑھ کر دعوت وتحریک کو سمجھیں اور اللہ کی عائد کردہ دینی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ مردوں کی غفلت اور لاپروائی کو بہانہ نہ بنائیں، بلکہ جہاں مرد دین سے غافل ہوں، عورتوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ انھیں متوجہ کریں اور راہِ راست پر لانے کے لیے دل سوزی، حکمت اور تسلسل کے ساتھ کوشش کریں۔

ایک مثالی گھریا خاندان وہ ہے، جہاں مہر ومحبت ہو، سلیقہ اور تہذیب ہو، خوش گوار تعلقات ہوں، باہم تعاون ہو___ مگر یہ سب کچھ اسلام کی روشنی اور دین دارانہ ماحول میں ہو اور پورا گھر اسلام کی نمایندگی کرنے والا ہو۔ اس نمایندگی میں بلاشبہہ سربراہی کا مقام مرد کو حاصل ہے، لیکن اس سے انکار کی کیا گنجایش کہ عورت کا رول بھی اس میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک خاتون ہونے کی حیثیت سے آپ اس طرح سوچیں کہ بلاشبہہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر والوں پر توجہ دیں لیکن اسی پر تکیہ کیے بیٹھے رہنا اور اپنی ذمہ داری محسوس نہ کرنا، کسی طرح صحیح نہیں۔ ایک خاتون کو بھی دین کی طرف اسی طرح بطور خود توجہ کرنی چاہیے جس طرح ایک مرد سے توقع کی جاتی ہے۔ مرد اگر توجہ نہیں کرتا ہے، تو اس کی شکایت کرنے یا اس کی غفلت پر اظہار رنج وافسوس کرنے سے اپنے فرض کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ ایسی صورت حال میں تو عورت کی ذمہ داری دُہری ہوجاتی ہے کہ قوّام

کے حصے کا کام بھی کسی نہ کسی طرح اسے انجام دینا ہے۔قوّام کی غفلت اور لاپروائی نے اس کی ذمہ داری میں اضافہ کردیا ہے اور ایسے گھرانے میں عورت کو اور زیادہ دل سوزی، توجہ اور لگن کے ساتھ دینی فرائض انجام دے کر قوّام کو بھی دینی فرائض کی طرف متوجہ کرنا ہے۔(مولانا محمد یوسف اصلاحی، مسائل اور ان کا حل، ص ۳۲۸-۳۳۰)

خاوند کے مال میں بیوی کا حصہ

س : گھر کے خرچ میں سے (جو کھلا خرچ ہو) بیوی بغیر شوہر کی اجازت کے پیسے یا تحائف اپنے رشتہ داروں، ملنے والوں یا نوکروں کو دے سکتی ہے یا نہیں؟

ج :معروف یہ ہے کہ گھر کے خرچ کے لیے شوہر جو کچھ بیوی کو دیتا ہے اس میں غریبوں پر صدقہ وخیرات، پڑوسیوں کا لینا دینا اور عزیزوں، رشتے داروں کے تحفے تحائف سب شامل ہوتے ہیں۔ رشتہ دار آپ کے ہوں وہ بھی شوہر کے رشتے دار ہیں اور شوہر کے رشتہ دار ہیں تو وہ بھی آپ کے رشتے دار ہیں۔ان رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی ضروری ہے اور صلہ رحمی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان کو تحفے تحائف بھی دیے جائیں۔ان کی دوسری ضرورتیں بھی پیش نظر رکھی جائیں اور ان کے ساتھ ممکنہ حُسنِ سلوک کیا جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک حدیث اس مسئلے کی وضاحت میں منقول ہے۔ ''حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ سفیان کی بیوی ہند نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہیں۔ وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جس سے میری اور میری اولاد کی ضرورتیں پوری ہوسکیں۔ ہاں، یہ کہ میں خود ہی اس کی لاعلمی میں اس کے مال سے کچھ لے لوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جتنے سے تمھاری اور تمھاری اولاد کی ضرورتیں پوری ہوسکیں، اتنا معروف کے مطابق لے لو''۔(ریاض الصالحین)

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی بعض حالات میں شوہر کا مال اس کی لاعلمی میں بھی خرچ کرسکتی ہے اور اس خرچ کی اسے شوہر کو تفصیل بتانا بھی ضروری نہیں، اور نہ اس کو چوری کہا جائے گا۔اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شوہر بیوی کو اس کی ضرورت کے مطابق خرچ کے لیے دے۔کسی کو تحفہ تحائف دینا، یا رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا بیوی کی

ضرورت بھی ہے اور فعل معروف بھی، اس لیے بیوی کا خرچ کرنا کسی طرح بے جا نہیں کہا جا سکتا۔

البتہ بیوی کے لیے یہ کسی طرح مستحسن نہیں ہوگا کہ وہ شوہر کے مال کو الّلے تلّلے اُڑائے یا فضول خرچی کرے، اور شوہر کے مالی حالات سے بے نیاز ہو کر اپنی ضرورتیں پھیلائے اور محض دوسروں کی دیکھا دیکھی وقت اور مال خریداری کی نذر کرے۔(مولانا محمد یوسف اصلاحی، ایضاً،ص ۲۵۰-۲۵۱)

مسجد میں نمازِ جنازہ کی ادایگی

س : بعض لوگ مسجد کے اندر جنازہ رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں۔ شرعی نقطۂ نظر واضح کر دیجیے۔

ج: مسجد کے اندر جنازہ رکھ کر نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے۔ نمازِ جنازہ ادا ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے میں بھی فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ حنفی مسلک یہ ہے کہ مسجد کے اندر جنازہ رکھ کر نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے۔ امام ترمذی [م:۸۹۲ء] نے امام شافعی [م:۸۲۰ء] کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام مالک کا مسلک بھی یہی تھا کہ میت پر مسجد کے اندر نماز نہ پڑھی جائے لیکن خود امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مسجد کے اندر نمازِ جنازہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس مسئلے میں چونکہ حدیثیں مختلف ہیں، اس لیے فقہا کے مسلکوں میں بھی اختلاف ہے۔ بعض ائمہ اس حدیث کو ترجیح دیتے ہیں جس میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر نمازِ جنازہ پڑھی ہے، اور فقہ حنفی میں اُن حدیثوں کو ترجیح دی گئی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے اندر نمازِ جنازہ پڑھنے سے اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ لیکن فقہا کے درمیان یہ اختلاف جواز وعدم جواز کا نہیں ہے بلکہ کراہت کا ہے۔ یعنی بعض ائمہ کے نزدیک بلاکراہت جائز ہے اور بعض کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے۔(مولانا سیّد احمد عروج قادریؒ، احکام و مسائل، دوم،ص ۲۴۶)

وقتِ نزع، شیطان سے حفاظت

س : مرتے وقت انسان اپنے ہوش وحواس کھو دیتا ہے۔ نزع کیفیت کہہ لیجیے یا دوسری کوئی حالت، ایسے وقت شیطان جو گھات میں ہمہ وقت ہے، اپنی گم راہی کا جال پھینکتا

ہے۔ ایک مسلمان سلامتِ ایمان کے ساتھ مرتے دم دنیا سے رخصت ہو، اس کے لیے بے خطا تدبیر کیا ہے؟

ج: اگر انسان ہوش وحواس کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا رہے اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرگرم رہے، کلمۂ طیبہ کا وِرد رکھے اور خدا کی توحید کا واضح شعور رکھے، تو پھر اللہ کی ذات سے توقع یہی ہے کہ وہ حالتِ نزع میں خصوصی حفاظت فرمائے گا اور اپنے لیے ایسے مخلص اور مطیع بندے پر شیطان کا داؤ دنیا سے رخصت ہوتے وقت ہرگز نہ چلنے دے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ اگر یہ اہتمام بھی ہو کہ جب یہ کیفیت طاری ہوتی محسوس ہو تو اس وقت سورۂ یٰسین کی تلاوت اور اس کا ترجمہ پڑھایا سنایا جائے تو ان شاءاللہ اور زیادہ حفاظت کی توقع ہے۔ یہ بظاہر غیر ممکن ہے کہ جو بندہ زندگی میں اللہ اور رسولؐ کا مخلص، وفادار اور اطاعت کیش رہا، جسے اللہ کی توحید کا پورا شعور رہا اور توحید خالص پر ایمان رکھتا ہو، رسولؐ پر ایمان اور آپؐ سے سچی اطاعت و پیروی کا تعلق رکھتا رہا، کسی ایسے بندے کو نزع کے وقت خالقِ کائنات یوں ہی چھوڑ دے کہ شیطان اس پر اپنا جال پھیلائے، نہیں بلکہ خدا اپنے ایسے بندے کی حفاظت ضرور فرمائے گا۔(مولانا محمد یوسف اصلاحی، مسائل اور ان کا حل، ص۳۶۲)

بھلی بات کرو، ورنہ خاموش رہو

س: حدیث نبویؐ ہے کہ: بھلی بات کہو یا خاموش رہو، تو کیا اس حدیث کی روشنی میں زیادہ بولنا حرام ہے؟

ج: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار حدیثوں میں زبان کی تباہ کاریوں سے خبردار کیا ہے۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ ، جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

ایک دوسری حدیث ہے:

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءًا قَالَ خَيْرًا فَغَنِمَ أَوْ سَكَتَ فَسَلِمَ اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر،

جس نے بھلی بات کہی اور اجر ونعمت کا حق دار ہوا یا خاموش رہا تو محفوظ رہا۔

بلاشبہہ زیادہ بولنا اور بے وجہ بولتے رہنا انسان کے لیے تباہی کا باعث اور گناہوں کا سبب ہے۔ امام غزالیؒ [م: ۱۸دسمبر ۱۱۱۱ء] نے ان گناہوں کی تعداد ۲۰ بتائی ہے، جو زبان کے غلط استعمال سے سرزد ہوتے ہیں۔ شیخ عبدالغنی النابلسیؒ [م: ۵مارچ ۱۷۳۱ء] نے اس تعداد کو ۷۲ تک پہنچا دیا ہے۔ ان میں سے اکثر گناہِ کبیرہ کے زُمرے سے ہیں، مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم، لوگوں کی عزت کے بارے میں کلام کرنا اور دوسروں کا مذاق اُڑانا وغیرہ وغیرہ۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ انسان حتی المقدور خاموشی کا راستہ اختیار کرے تاکہ ان گناہوں سے محفوظ رہے۔ خاموش رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے ہونٹوں کو سی لے اور زبان پر تالا ڈال لے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اس بات کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو کسی بھلی اور معروف بات کے لیے کھولے ورنہ اسے بند رکھے۔

جو لوگ زیادہ بولتے ہیں ان سے اکثر خطائیں سرزد ہو جاتی ہیں اور ان خطاؤں کے سبب وہ لوگوں میں مذاق اور استہزا کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ اسی لیے بندۂ مومن جب بھی کوئی بات کرے اسے اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ خدا کے فرشتے اس کی ہر بات نوٹ کر رہے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ (قٓ ۵۰:۱۸) کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی، فتاویٰ یوسف القرضاوی ،ص۵۹-۶۰)